حضرت خواجہ باقی باللہؒ

"یا حضرت ایک عرصے سے آپ کے در پر پڑا ہوں نظر کرم فرمائیں اور مجھے کسی پیر کامل سے ملادیں۔"

یہ دعا ایک خراسانی نوجوان حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر کھڑا بڑی زاری سے مانگ رہا تھا۔ دعا مانگنے کے بعد اسے قلبی تسکین کا احساس ہوا۔ رات کو جب تمام امور سے فراغت کے بعد آرام کرنے کے لئے لیٹا تو حالت خواب میں کیا دیکھتا ہے کہ حضرت خواجہ تشریف لائے ہیں اور فرمارہے ہیں کہ حضرت خواجہ باقی باللہ ان دنوں شہر میں آئے ہوئے ہیں۔ ان کے دامن سے خود کو وابستہ کر لو۔ حسب ارشاد دوسرے دن وہ ان کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور بصد ادب و نیاز عرض کیا کہ اسے اپنے حلقہ ارادت میں شمولیت کا شرف بخشا جائے۔ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ نے سنا تو بے حد انکساری سے فرمایا کہ میں خود کو اس اہل نہیں پاتا' وہ کوئی اور اللہ کا بندہ ہو گا

جس کی طرف تم کو بھیجا گیا ہے۔ وہ نوجوان آپ کی تواضع اور انکساری پر بے حد حیران ہو رہا تھا۔ بہت سے عذر سننے کے بعد واپس لوٹ گیا۔ عجب گومگو کے عالم میں تھا۔ صاحب مزار کا فرمان بھی غلط نہیں تھا اور ان بزرگ کی عذر خواہی اپنی جگہ تھی۔ اسی اضطراب میں سو گیا تو حضرت بختیار اوشی رحمتہ اللہ علیہ پھر خواب میں تشریف لائے اور ارشاد فرمایا۔

" پیرِ کامل وہی بزرگ ہیں جن کی خدمت میں تم حاضر ہوئے تھے۔ یہ ان کی انکساری و عجز تھا کہ اپنے تئیں کچھ نہیں سمجھتے۔"

چنانچہ صبح اٹھ کر وہ نوجوان پھر حضرت باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ عالیہ میں حاضر ہوا اور ہمیشہ کے لئے آپ کے دامن سے وابستہ ہو گیا۔

بے نفسی و حلم و بردباری شیوہ اولیائی ہے۔ یہ وصف حضرت باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ میں بدرجہ اتم موجود تھا۔ ایک مرتبہ اطلاع ملی کہ آپ حضرت خواجہ بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر تشریف لا رہے ہیں، خدام نے مزار کے قریب آپ کے بیٹھنے کے لئے اہتمام کر دیا۔ اسی اثنا میں ایک فقیر ادھر آنکلا اور اس خاص اہتمام کی وجہ دریافت کی۔ بتایا گیا تو اس نے آپ کو برابھلا کہنا شروع کر دیا۔ اسی اثنا میں حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ بھی تشریف لے آئے۔ وہ آپ کو دیکھ کر مزید سخت سست کہنے لگا اور غصے سے بولا کہ تم میں ایسی کیا خوبی ہے جو تیرے لئے فرش بچھایا گیا ہے۔ آپ کے مریدین و خدام جو ہمراہ تھے مرشد کی بابت نازیبا و گستاخانہ الفاظ سننے کے کب متحمل ہو سکتے تھے، دل چاہتا تھا کہ اسے اس بے ادبی کا مزہ چکھا دیں مگر آپ نے منع فرما دیا اور اس بے ادب فقیر کو نہایت نرم انداز میں مخاطب کر کے فرمایا۔

" تم جو کہتے ہو درست ہے، مجھ میں ایسی کوئی خوبی و لیاقت نہیں ہے یہ سارا اہتمام میرے علم کے بغیر ہوا ہے، میں معذرت خواہ ہوں، تم کیوں میری خاطر اپنا

مغز خالی کرتے ہو۔"

آپ یہ الفاظ فرماتے جاتے تھے اور اپنی آستین مبارک سے اس فقیر کی پیشانی کا پسینہ پونچھتے جاتے تھے اور جب اس نے چند درہموں کا تقاضا کیا تو وہ عطا فرمائے، اس وقت آپ کے سامنے اللہ تبارک تعالیٰ کا وہ فرمان تھا کہ برائی کو احسن طریقے سے رفع کرو۔

حضرت عبدالرحمٰن بن غنم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ سے روایت ہے کہ نور مجسم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عالیہ ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ کے سب سے نیک بندے وہ ہیں جنہیں دیکھ کر اللہ یاد آتا ہے۔ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ بھی انہیں نیکوں میں سے تھے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ آپ ہندوؤں کی بستی میں سے گزرے جو کھیتی باڑی کا کام کیا کرتے تھے۔ انہوں نے جب آپ کو دیکھا تو آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ یہ عجیب شخص ہے کہ اس کو دیکھنے سے اللہ یاد آتا ہے۔ یہ مقام و مرتبہ اللہ تبارک تعالیٰ کے کرم، محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و اتباع اور مرشد کامل کی رہنمائی و ہدایت سے نصیب ہوتا ہے۔

کہتے ہیں کہ ابھی آپ نے علوم ظاہری کا مکمل طور پر اکتساب نہیں کیا تھا کہ آپ پر راہ درویشی اختیار کرنے کا شوق غلبہ کرنے لگا۔ لہٰذا ماوراالنہر کے شہروں میں گھوم پھر کر کسی اللہ والے کو تلاش کرنے لگے۔ ان دنوں علاقے میں مشائخ و علماء و اولیاء اللہ کی کمی نہ تھی، طریقت اختیار کرنے سے قبل گناہوں سے توبہ کرنا لازمی ہے۔ چنانچہ حضرت باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ نے مختلف بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہو کر گناہوں سے توبہ کی۔ بعضوں سے کسی حد تک مستفید بھی ہوئے، مگر سکون قلب ہنوز مفقود تھا۔ منزل ابھی تک نظروں سے اوجھل تھی آپ کا یہ حال تھا۔

چلتا ہوں تھوڑی دور ہر اک تیز رو کے ساتھ
پہچانتا نہیں ہوں ابھی راہبر کو میں

مرشد کی طلب کے جذبہ صادق میں روزافزوں اضافہ ہوتا گیا۔ جب تشنگی و بے قراری میں بہت اضافہ ہو گیا تو اہل اللہ کا طریقہ اختیار کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ چنانچہ آپ ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسلسل دو سال ان کے پاس رہ کر ذکر و مراقبہ و اوراد کی پابندی کی اور دل میں خیال کرتے تھے کہ یہی غنیمت ہے کہ زندگی ذکر و عبادت میں گزر جائے، لیکن آپ کو اس بات کا یقین تھا کہ اللہ تعالٰی ضرور اپنے کسی دوست سے ملا دے گا۔

یہ ۹۹۹ ہجری کا واقعہ ہے کہ آپ وارد کشمیر ہوئے اور حضرت شیخ بابا والی رحمتہ اللہ علیہ کے آستانہ پر پہنچے اور ان کے قرب سے بہرہ مند ہوئے۔ ان بزرگ کو سلسلہ نقشبندیہ میں بھی اجازت حاصل تھی اور حضرت خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ کا رخ بھی اس طرف تھا۔ لہٰذا قبولیت کا دروازہ کھل گیا۔ ۱۰۰۱ ہجری میں جب کشمیر کے وہ بزرگ اللہ کو پیارے ہوئے تو حضرت خواجگان نقشبندیہ کی پاک روحیں خواب میں آکر مختلف خوشخبریاں دینے اور تلقین کرنے لگیں تاآنکہ آپ حضرت مولانا خواجگی امکنگی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے۔

حضرت مولانا خواجگی امکنگی قدس سرہ بخارا کے ایک دیہہ امکنہ کے رہنے والے تھے۔ تیس سال مسند خلافت پر متمکن رہے۔ آپ آنے جانے والوں کی خدمت خود کیا کرتے تھے۔ بڑے بڑے علماء، فضلاء و امراء، فقراء اور شاہان وقت آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر برکات سے فیض یاب ہوتے تھے۔ جب حضرت خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر شرف بیعت سے سرفراز ہوئے تو وہ اپنے جذبہ صادق، بزرگوں کی عنایات و توجہ اور اللہ کے کرم سے سونا بن چکے تھے۔ مرشد کی صحبت و فیض نے آپ کو کندن بنا دیا۔

مرشد سے رخصت ہونے کے بعد آپ لاہور تشریف لائے' ایک سال کے قیام کے دوران بہت سے علماء' فضلاء' آپ سے مستفیض ہوئے اور پھر آپ دہلی تشریف لے گئے جہاں قلعہ فیروزی میں قیام فرمایا' جس میں ایک خوبصورت مسجد تھی۔ وصال تک آپ یہیں رہے۔ آپ تین چار سال سے زیادہ مشیخت پر جلوہ افروز نہیں رہے۔ آپ پر تفرید اس درجہ غالب تھی کہ طالبان راہ طریقت کو اپنی صحبت میں رکھتے اور مشیخت کا دھیان تک نہ تھا۔ جب حضرت مجدد الف ثانی احمد فاروقی سرہندی رحمتہ اللہ علیہ آپ کی عنایات سے درجہ کمال کو پہنچ گئے تو ارباب طریقت کی تعلیم و تربیت سے کنارہ کش ہو گئے اور انہیں حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے سپرد کر دیا۔ گوشہ نشینی کی زندگی اختیار کر لی۔ نماز باجماعت ادا کرنے کے لئے مسجد کے علاوہ کہیں نہیں جاتے تھے۔ جو شخص آپ کو دیکھتا تو اسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث پاک یاد آجاتی تھی کہ کسی مردہ شخص کو روئے زمین پر چلتا ہوا دیکھنا چاہتے ہو تو وہ ابوقحافہ کے بیٹے (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو دیکھ لے۔

آپ کی زندگی اسوۂ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ تھی۔ اگر کوئی عاجز پیدل چلتا دکھائی دیتا تو اسے گھوڑے پر سوار کر دیتے اور خود اس کے مکان تک پیدل جاتے۔ ایک رات تہجد کے لئے اٹھے تو ایک بلی آکر لحاف میں سو گئی۔ آپ نے اسے جگانا پسند نہ کیا اور خود سردی کی تکلیف برداشت کرتے رہے۔ اگر کوئی حاجت مند حاضر ہوتا تو اس کی سفارش فرما دیتے مگر اپنے مریدوں کے لئے ایسی کوئی تدبیر نہ کرتے تھے۔ ان کے لئے صرف رب تعالیٰ سے فقر و قناعت طلب فرماتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ سن لو جس کو ہم سے مالی امداد ملے وہ یقین کر لے کہ اس کے ساتھ ہمیں دینی محبت کم ہے۔ متاع دنیا کو کسی صورت قبول نہ فرماتے تھے۔

ایک مرتبہ حج کے لئے ارادہ فرمایا' مرزا عبدالرحیم خانخاں نے جو آپ کا

بے حد معتقد و محب تھا ایک لاکھ روپیہ ہمرائیوں کے زاد راہ کے لئے پیش کیا اور اسے قبول کرنے کی استدعا کی۔ آپ خفا ہوئے اور فرمایا حج کرنا ہمارے لئے اس قدر ضروری نہیں کہ مسلمانوں کا اس قدر مال و زر اپنے صرف ہیں لا کر ضائع کر دیں اور روپیہ لینے سے انکار کر دیا۔

ایک دن تشریف فرما تھے کہ ایک صاحب حال و کشف درویش خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں اپنے کام میں بستگی اور باطن میں کدورت پاتا ہوں۔ آپ نے توجہ فرمائی اور کہا کہ لقمہ میں بے احتیاطی ہو گئی ہے۔ عرض کی لقمہ تو وہی ہے جو روز کھاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا ہمیں تو بجز اس کے اور کچھ نظر نہیں آتا۔ اس درویش نے اچھی طرح تفتیش کی تو معلوم ہوا کہ جن لکڑیوں سے کھانا پکایا تھا ان میں دو تین لکڑیاں ایسی شامل کر دی گئی تھی جن میں احتیاط کا پہلو اختیار نہیں کیا گیا تھا اور وہ ناجائز تھیں۔

اسلام میں رزق طیب اور لقمہ حلال کی بے حد فضیلت ہے۔ اگر کسی کا رزق جائز ذریعوں سے نہیں آیا تو اس کی کوئی عبادت، صدقہ، خیرات، حج، زکوٰۃ، قبول نہیں اور جس کا لقمہ حلال نہیں وہ روحانیت سے محروم رہتا ہے اور اس سے جو قلب و روح اور بدن میں فسادات برپا ہوتے ہیں ان کا شمار نہیں۔ ہمارے اردگرد پھیلی ہوئی پریشانیوں، مصیبتوں اور ذلتوں کا اگر بغور جائزہ لیا جائے تو اس کی جڑ یہی رزق حرام ہو گا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ توکل یہ نہیں کہ ظاہری اسباب کو چھوڑ دیں، یہ بے ادبی ہے۔ بلکہ جائز ذرائع اختیار کرنے چاہیں اور نظر سبب پر نہیں بلکہ **مسبب** پر ہونی چاہیے۔ سبب مثل دروازہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے **مسبب** تک پہنچنے کے لئے بنایا ہے۔ اس صورت میں اگر کوئی دروازے کو بند کرے کہ اللہ تعالیٰ اوپر سے پھینک دے گا، تو یہ اس کی بے ادبی ہے۔ دروازے کو بند نہ کرے۔ بعدازاں اللہ کو اختیار ہے کہ وہ دروازے سے بھیجے یا اوپر سے پھینک دے۔ پھر تھوڑی دیر سکوت فرما کر ارشاد فرمایا کہ اعتقاد درست، احکام شریعت کی

رعایت، اخلاص اور حق سبحانہ کی جناب میں دائمی توجہ سب سے بڑی دولت ہے۔ کوئی ذوق و وجدان اس نعمت کے برابر نہیں ہے۔

ماحول میں فیوض و برکات کی بارش ہو رہی تھی۔ علم و عرفان کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ کے آستانہ عالیہ پر محبین کا ہجوم تھا۔ قلب و روح کو معرفت الٰہیہ اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خنک و پاکیزہ پانیوں سے سیراب کیا جارہا تھا، جب دریافت کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کی کیا علامت ہے تو اپنی زبان در افشاں سے ارشاد فرمایا۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا اتباع۔"

آپ کا اسم گرامی خواجہ محمد باقی اور عرف باقی باللہ تھا۔ والد گرامی کا نام نامی قاضی عبدالسلام خلجی سمرقندی قریشی تھا۔ بڑے صاحب حال و فضل و صفا تھے۔ کافی عرصے تک اپنے قبیلے کے ساتھ کابل میں مقیم رہے۔ یہیں شادی کی اور اسی جگہ حضرت خواجہ ۹۷۱ ہجری میں تولد ہوئے۔ بچپن سے ہی آپ کی پیشانی سے اقبال مندی اور بزرگی کے آثار نمایاں تھے۔ تنہائی پسند تھے۔ مولانا صادق حلوائی سے جو کبار علماء میں سے تھے اکتساب علم کا آغاز کیا اور پھر آپ ہی کے ساتھ حضرت خواجہ کابل سے ماوراالنہر تشریف لے گئے اور تھوڑے ہی عرصے میں ممتاز مقام حاصل کر لیا۔ آپ اپنے مکشوفات کو خواب سے تعبیر فرمایا کرتے تھے۔ ایک دن بتایا کہ یہ دیکھا گیا ہے کہ جس غرض کے لئے تجھے بلایا گیا تھا وہ پوری ہو گئی ہے اب سفر کرنا چاہیے۔ لہٰذا جمادی الاخر ۱۰۱۲ ہجری میں امراض جسمانی نے غلبہ پایا۔ پچیس تاریخ بروز ہفتہ احتصار کے آثار نمایاں ہوئے۔ اسی اثنا میں ایک درویش کی زبان سے یا الٰہ العالمین کا کلمہ نکلا۔ آپ نے اس کی طرف دیکھا۔ آنکھوں میں آنسو آگئے۔ جب تھوڑا دن باقی رہ گیا تو اسم ذات کا ذکر کرتے ہوئے جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ اس وقت آپ کی عمر اکتالیس سال تھی۔ باہمی مشاورت سے مریدین نے ایک جگہ قبر تیار کرائی جب جنازہ اٹھایا گیا تو جنازہ اٹھانے

والوں پر دیوانگی چھا گئی اور انہوں نے ایک جگہ جنازہ رکھ دیا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں ایک دن آپ دوگانہ ادا کرنے کے بعد اٹھے تو دامن سے وہاں کی مٹی لگ گئی تھی، آپ نے زبان ترجمان حق بیان سے ارشاد فرمایا تھا کہ اس جگہ کی خاک ہماری دامن گیر ہو گئی ہے۔ لہٰذا وہیں آپ کو سپردخاک کر دیا۔

وصیت کے مطابق مرقد پر گنبد نہیں بنایا گیا۔ صرف ایک بلند چبوترہ ہے لیکن سخت گرمی کے باوجود وہاں پاؤں کو تکلیف و حرارت محسوس نہیں ہوتی۔

آپ کی زندگی سے یہ سبق ملتا ہے کہ بزرگان دین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ہمیں اپنے اندر اوصاف حمیدہ پیدا کرنے چاہیں۔ زندگی کے ریگستانوں کو گل و گلزار بنانے کے لئے ضروری ہے کہ اپنا رخ شیطان کی طرف سے ہٹا کر رحمٰن کی طرف کر لیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع و اطاعت کو مقصود و مطلوب بنا لیں تا کہ یوم نشور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شرمندہ نہ ہونا پڑے۔